مغرب: یلغار کرنے کے لیے کسی جواز کی ضرورت نہیں

الجزائر، ہندوستان، آسٹریا اور افریقہ کا جرم کیا تھا؟

مغربی دنیا میں توہین رسالتؐ کی شرمناک واردات کے ساتھ ہی تہذیبوں کا تصادم بہت آگے بڑھ گیا ہے۔ اب یہ تصادم مسلم دنیا کے بعض اندھوں کو بھی نظر آنے لگا ہے۔ اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ مسلم دنیا کے بعض حکمرانوں نے بھی اس کی مذمت فرمائی ہے۔

۱۱ر ستمبر کی رات اور ۱۱ر ستمبر کے بعد:

۱۱ر ستمبر سے اب تک کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو اسلام اور مسلمانوں سے اہل مغرب کی نفرت میں ایک برق رفتار ''ارتقاء'' نظر آرہا ہے۔ ۱۱ر ستمبر کی رات مغرب میں ملا عمر اور اسامہ بن لادن نشانے پر تھے، اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی براہِ راست ان کی نفرت کی زد میں ہے۔ ۱۱ر ستمبر کی رات بات مسلم بنیاد پرستوں تک محدود تھی، اب تمام مسلمان انھیں بنیاد پرست نظر آرہے ہیں۔ ۱۱ر ستمبر کی رات اہلِ مغرب کا مسئلہ صرف ''مسلح جدوجہد'' کرنے والے تھے، مگر اب اہلِ مغرب کو اسکارف بھی ایک ہتھیار نظر آرہا ہے۔ چند ماہ قبل مسلمانوں کو جو رکاکت صرف ڈنمارک کے ایک اخبار میں نظر آرہی تھی، وہ محض ایک دن میں پورے یورپ میں پھیل گئی۔ آپ چاہیں تو اسے رکاکت کی عالمگیریت کا نام دے سکتے ہیں۔

کیا مغرب عالم اسلام پر حملے کے لیے جواز کا محتاج ہے؟

۱۱ر ستمبر کے بعد مسلمانوں میں ایک بڑا طبقہ ایسا سامنے آیا جس نے کہا کہ ۱۱ر ستمبر کے ذمے دار فلاں فلاں ہیں۔ فلاں فلاں نہ ہوتے تو امریکا اور اس کے مغربی اتحادیوں کو کیا پڑی تھی کہ وہ افغانستان پر حملہ آور ہوتے؟ عراق کے خلاف بلا جواز اور ننگی جارحیت نے ایسے لوگوں کا کچھ نہ کچھ علاج کر دیا اور انھیں معلوم ہوگیا کہ مغربی دنیا کی اسلام اور مسلمان دشمنی کبھی کسی بن لادن یا ملا عمر کی محتاج نہیں رہی۔

توریت اور انجیل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی پیشگوئیاں موجود تھیں۔ یہودی اور

عیسائی کہا کرتے تھے کہ اگر نبی آخر الزماں کا ظہور ان کے زمانے میں ہوگا تو وہ آپؐ پر ایمان لے آئیں گے اور آپؐ کا ساتھ دیں گے۔ لیکن حضور اکرمؐ کا ظہور ہوا تو کافروں اور مشرکوں کے ساتھ ساتھ یہودی اور عیسائی بھی آپؐ کے دشمن ہو گئے۔ چنانچہ قرآن نے ان پر سوال قائم کیا اور کہا کہ تم تو نبی کریمؐ کی بعثت سے پہلے یہ کہا کرتے تھے۔

صلیبی جنگ کا کیا جواز تھا؟

مسلمانوں کی عظیم اکثریت کو صلیبی جنگوں کی تاریخ معلوم نہیں۔ ان جنگوں کی ابتداء نہ مسلمانوں نے کی تھی اور نہ اس کی وجہ کوئی اسامہ بن لادن یا ملا عمر تھا۔ ۱۰۹۵ء میں اس وقت کا کوئی جارج بش، ٹونی بلیئر یا ڈنمارک کا اخبار نہیں، بجائے خود پوپ اربن دوئم کلیسا کے منبر پر کھڑا ہوا اور اس نے کوئی لفظ چبائے بغیر کہا کہ اسلام ایک شیطانی مذہب اور اس کے ماننے والے ایک شیطانی مذہب کے ماننے والے ہیں اور ہمارا مقدس فرض ہے کہ ہم اس شیطانی مذہب اور اس پیروکاروں کو روئے زمین سے نابود کردیں۔ اس کے بعد اس نے پورے یورپ کو ایک پرچم تلے جمع ہونے اور مسلمانوں کے خلاف ''کروسیڈ'' کی ابتداء کرنے کی دعوت دی اور تمام یورپی اقوام صرف تین سال میں ایک پرچم کے نیچے جمع ہوئیں اور ان صلیبی جنگوں کی ابتداء ہوئی جو کم وبیش دوسو سال جاری رہیں۔

ورلڈ ٹریڈ ٹاور پر حملہ تو ایک بہانہ تھا:

خود رحمی اور خود مدمتی کے مرض میں مبتلا بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے ۱۱؍ستمبر کو امریکا کی تجارتی اور دفاعی علامتوں کو نشانہ بنایا۔ ایسا نہ ہوتا تو مغرب ہم پر کیوں چڑھ دوڑتا! ایسے لوگوں کی لاعلمی اور کم فہمی افسوس ناک اور شرمناک ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا بہادر شاہ ظفر نے لندن پر حملہ کرایا تھا جو انگریز پورے برصغیر پر چڑھ دوڑے؟ کیا الجزائر کے مسلمانوں نے پیرس کو تہہ و بالا کر دیا تھا جو فرانس الجزائر پر قابض ہوگیا؟ کیا مسلمانوں نے جرمنی، ہالینڈ، پرتگال اور اٹلی کے خلاف دہشت گردی کی کوئی واردات کی تھی کہ وہ پورے مشرق وسطیٰ اور افریقہ پر قابض ہوگئے؟ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں تھا۔ چنانچہ ۱۱؍ستمبر تو محض ایک بہانہ تھا، لندن کے بم دھماکے محض ایک پردہ تھے۔ اہلِ مغرب کا شعور اپنی نہاد میں اتنا مجرمانہ ہے کہ وہ اپنی کسی حرکت کے لیے کسی جواز کا محتاج نہیں۔

اسلام اور مسلمانوں پر مغرب صدیوں سے ایک تہذیبی یلغار کیے ہوئے ہے اور ہم اس کے ایک نئے مرحلے میں سانس لے رہے ہیں۔ اسلام پہلے مشرق وسطیٰ تک محدود حقیقت تھا، پھر وہ ایشیا اور افریقہ میں بھی طاقتور بن گیا۔ چنانچہ اہلِ مغرب کی جارحیت کا دائرہ صلیبی جنگوں سے زیادہ وسیع ہوگیا۔ آج اسلام ایک عالمگیر حقیقت ہے اور مسلمان دنیا کی واحد عالمگیر امت۔ چنانچہ اہل مغرب کے اہداف بھی عالمگیر ہوگئے ہیں اور اہل مغرب اب مسلمانوں سے بڑھ کر ان کے ایمان اور طاقت کے سرچشموں پر حملوں کی جانب راغب ہیں۔

ساحل فروری ۲۰۰۶ء

مغرب: اسلام اور مسلمانوں کی تحقیر مسلسل

مغربی دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کی تحقیر کی سینکڑوں صورتیں گزشتہ برسوں میں ہمارے سامنے آئی ہیں۔ اہلِ مغرب نے اسلام میں عورتوں کے مقام کو لاکھوں بار تحقیر کا ہدف بنایا ہوگیا۔ عرب شیخوں کے طرح طرح کے کارٹون اب مغرب کے حافظے کا مستقل حصہ ہیں۔ اسلام کے مختلف قوانین مغرب کے کس ملک کے ذرائع ابلاغ میں زیر بحث نہیں آئے اور کہاں ان کا مضحکہ نہیں اڑایا گیا، لیکن مسلمان ان تمام حملوں پر خاموش ہی رہے ہیں۔ لیکن اب مغربی دنیا کی توجہ ہمارے سرچشموں پر مرکوز ہوئی ہے۔ ۱۱ ستمبر کے بعد سے اب تک مغرب کے درجنوں اخبارات و جرائد میں یہ رکیک اور شیطانی تجویز کھلم کھلا پیش کی جاچکی ہے کہ ہمیں اسلام اور مسلمانوں سے حتمی طور پر نمٹنا ہے تو امریکا اور اس کے اتحادیوں کو چاہیے کہ وہ معاذ اللہ مکہ اور مدینے پر ایٹم بم گرادیں۔ بعض مسلمان اسے غیر سنجیدہ بات سمجھتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کارٹونوں کی اشاعت ایک نفسیاتی ایٹم بم سے کم نہیں اور یہ سلسلہ یہاں رکنے والا نہیں۔ امریکا کے ممتاز دانشور نوم چومسکی امریکا کو بدمعاش ریاست کہتے ہیں مگر بات اب بدمعاش مغرب تک آپہنچی ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ آپ یہ بات نہیں مانیں گے۔

[ممتاز صحافی جناب شاہ نواز فاروقی کا یہ مضمون عالم اسلام اور مغرب کے حوالے سے فلسفیانہ موقف کی عمدہ وضاحت کرتا ہے، مغرب کو خانوں، ٹکڑوں، حصوں میں تقسیم کر کے سمجھنا ہمارے اسلامی دانشوروں کی عام روش ہے۔ وہ امریکہ، چین، روس، جاپان، اور یورپ کو الگ وحدت تصور کرتے ہیں اور ان سے جداگانہ طرز عمل کی توقع رکھتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ عالم اسلام کے سو فیصد دانشوروں اور رہنماؤں کی مغربی فکر و فلسفے سے کاملاً عدم آگہی ہے۔ مغرب کو اس کے فکر و فلسفے سے الگ کر کے دیکھنا ہماری غلط فہمی ہے۔ مکالمے کی خواہش اور کوشش کرنے والے قاضی حسین احمد اور پروفیسر خورشید احمد کے لیے توہین رسالت کی واردات بہت سے حقائق واشگاف کرے گی۔ ہمیں یقین ہے کہ قاضی حسین احمد صاحب اور جماعت اسلامی ہند کے جلال الدین عمری صاحب اور وہ تمام اسلامی تحریکیں جن کی ترجمانی کرتے ہوئے قاضی الحسین احمد نے کہا تھا کہ ''ہم نے مغرب کو دارالکفر کے بجائے دار دعوت قرار دیا ہے''۔ مغرب کے بارے میں خوش فہمیوں کے غبار اور تحفظات کے حصار سے باہر آگئے ہوں گے۔ اسلامی اصطلاحات کو صرف سیاسی حکمت عملی کے زیر اثر تبدیل کرنا نہایت خطرناک عمل ہے۔ یہ اسلامی علمیت اور تاریخ سے انحراف کا راستہ ہے۔ کیا مغرب کو اب بھی دار دعوت قرار دیا جاسکتا ہے۔ افسوس یہ کہ جماعت اسلامی سمیت عالم اسلام کی کسی تحریک نے ابھی تک مغربی فکر و فلسفے پر مکمل توجہ مرکوز نہیں کی۔ اس کو جانے اور سمجھے بغیر مغرب کو سمجھنا بہت مشکل کام ہے۔ مغرب کی عدم تفہیم کے باعث ہمارے دانشور اسلامی مفکرین گزشتہ پچاس برس سے دھوکے پر دھوکے کھا رہے ہیں اور صرف نعرہ بازی سے امت کے احیاء کی کوشش کر رہے ہیں۔]